قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(متفرقات)

دعا

کی

حقیقت

فرقان الدین احمد

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقاً وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہ

دعا کی حقیقت

(۸)

"تقدیر کی حقیقت"[1] کے مضمون کے آخر میں تقدیر کی نسبت سے دعا کے متعلق ایک مختصر سا بیان قلم بند ہوا تھا مگر خصوصاً جبکہ دجالی فتنوں اور دینی و دنیاوی آزمائشوں کے عروج کے عصر حاضر میں ایک مومن بندے کے پاس دعا ہی واحد مؤثر ترین پناہ گاہ ہو؛ تو اس مضمون کے ذریعے دعا کی حقیقت کو تفصیلی طور پر بیان کرنے کی ادنی کوشش؛ کہ شاید کسی کے لیے نفع بخش ثابت ہو سکے۔

- ✓ سیّدنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا "کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں **دشمنوں سے نجات دے** اور تمہارے **رزق کو زیادہ کرے**؛' **دعا مومن کا ہتھیار ہے** دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے"'۔ **[مستدرك حاكم حديث ۱۸۱۲؛ مسند ابو يعلى حديث ۴۳۹؛ مسند فردوس حديث ۳۰۸۵؛ مسند شهاب حديث ۱۴۳؛ مجمع الزوائد حديث ۱۷۱۹۸؛ كنز العمال حديث ۳۱۱۷]**

مگر دیگر دنیاوی ہتھیاروں کی طرح لازم ہے کہ انسان کو اس دینی ہتھیار کی اہمیت؛ ضرورت؛ حدود و قعود کا ادراک اور اس سے مطلوبہ نتائج کے حصول کے طریقہ کار سے آگاہی لازمی ہو؛ ورنہ ہر دنیاوی ہتھیار کی طرح یہ دعاؤں والا ہتھیار بھی اپنے حامل کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اس ہتھیار کے غلط استعمال کے ذریعے ہمارے اکثر مطلوبہ دنیاوی امور کی دعاؤں کا نتیجہ ہمارے دینی امور میں کمی پر منتج ہوتا ہے مگر پھر بھی ہم اس ہتھیار کے صحیح استعمال کی طرف سنجیدگی سے متوجہ نہیں ہوتے؛ اور اپنی دعا کے نتیجہ میں خیر کے بجائے شر کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

- ✓ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا **[سورة الاسراء؛ ۱۱]** اور **انسان برائی مانگتا ہے جس طرح وہ بھلائی مانگتا ہے**، اور انسان جلد باز ہے۔

دعا کی لغوی معنی بلانا یا پکارنا کے ہیں اور شرعی معنی کے لحاظ سے یہ لفظ قرآن مجید میں پانچ اعتبار سے استعمال

[1] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "تقدیر کی حقیقت"

ہوا ہے۔[۱]پکارنا؛[۲]بلانا؛[۳]مانگنا یا دعا کرنا؛[۴]پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا؛[۵]تمنا، آرزو کرنا۔ ان تمام مطالب کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل قرآنی آیت اور حدیث رسول ﷺ پر غور فرمائیں؛

- ✓ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ [سورة غافر؛ ٦٠] اور تمہارے رب نے فرمایا ہے **مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا**، بے شک جو لوگ **میری عبادت سے سرکشی** کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔
- ✓ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**دعا عبادت ہے** اور تمہارے رب کا فرمان ہے تم مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا"۔ [سنن ابوداؤد۔ جلد اول۔ نماز کا بیان۔ حدیث ۱۴۷۵]

مندرجہ بالا قرآنی آیت اور حدیث رسول ﷺ دین میں دعا کی اہمیت اور حیثیت پر قول فیصل کا مقام رکھتے ہیں اور دعا کے عبادت ہونے کے ناتے دیگر عبادات کی طرح؛ دعا کی عبادت کی بھی دو ہی شرائط ہیں؛ یعنی باطن میں نیت کا اخلاص اور اپنے ظاہر میں سنت رسول ﷺ کے تابع۔

اسی باعث دعا میں نہ صرف غیر اللہ کو مخاطب کرنا [یعنی یا رسول اللہ ﷺ؛ یا علی رضی اللہ عنہ؛ یا غوث پاک؛ یا داتا وغیرہ] شرک اکبر میں شمار ہوتا ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ پر کسی غیر اللہ کے حق کو تصور کرتے ہوئے دعا مانگنا بھی اسی قبیل سے ہے؛ کیونکہ اس صورت میں بھی نیت اللہ کی عظمت؛ اس کے فضل؛ اس کے قادر مطلق ہونے اور مخلوق سے غنی ہونے کے بجائے غیر اللہ کی غیر شرعی عظمت اور اللہ کے مجبور [نعوذ بالله من ذالك] ہونے پر مرکوز ہوتی ہے۔ اور ظاہر میں دعا کے سنت رسول ﷺ میں بیان کردہ طریقہ کار[2]؛ افضل اوقات[3]؛ افضل مقامات[4]؛ اور افضل حالات[5] وغیرہ کا اختیار کرنا بھی قبولیت دعا میں اہم مقام رکھتا ہے۔ مزید رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق دعا کی حیثیت دیگر دینی عبادات میں مغز کی سی ہے۔

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "دعا **عبادت کا مغز** ہے"۔ [جامع ترمذی۔ جلد دوم۔ دعاؤں کا بیان۔ حدیث ۱۳۲۳]

کیونکہ باقی تمام دینی و دنیاوی کسبی عبادات اسی ایک عبادت کا ثمرہ ہیں۔ جس کی واضح مثال سورت فاتحہ کی

---

[2] طریقہ کار [آغاز دعا حمد باری تعالیٰ؛ اول و آخر درود شریف اور اختتام دعا پر حمد باری تعالیٰ؛ لایعنی دعاؤں اور کسب حرام سے اجتناب وغیرہ]

[3] افضل اوقات [فرض نمازوں کے بعد؛ قرآن پاک کی تلاوت کے بعد؛ تہجد کے وقت؛ یوم جمعہ؛ یوم عرفہ وغیرہ]

[4] افضل مقامات [عرفات کا میدان؛ مسجد الحرام؛ مسجد النبوی؛ دیگر مساجد؛ مقام ابراہیم؛ صفا و مروہ وغیرہ]

[5] افضل حالات [سفر میں؛ بارش میں؛ مرض میں؛ میدان جہاد میں وغیرہ]

صورت میں موجود ہے جو کہ اپنی ذات میں ایک مکمل دعا ہے؛ جس میں ایک مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عہد وپیمان کے بعد اپنی ہدایت کے لیے دعا گو ہوتا ہے؛ تو اسی دعا کا جواب باقی قرآن حکیم میں کُل دین کی صورت میں پاتا ہے۔

دعا کی اسی اہمیت، اس کی حیثیت اور افادیت کے یقین کو دل میں پختہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کے قادر مطلق ہونے کا یقین اور اپنی محتاجی اور عاجز ہونے کا احساس ہی وہ پہلا مرحلہ ہے جو اس عظیم ترین عبادت سے مستفید ہونے کی پہلی کڑی ہے۔

دعا کا دوسرا مرحلہ یا پہلو وہ امر ہے جو اس دعا کے نتیجہ میں دنیاوی یا اخروی طور پر انسان کو مطلوب ہے۔ اور یہی وہ پہلو ہے جس میں کوتاہ نظری کے باعث ہماری اکثریت اپنی دعاؤں کی طرف سے مایوس اور بددل نظر آتے ہیں؛ اور جس کے باعث وہ دعا کے پہلے مرحلہ یعنی دعا کی اہمیت؛ اس کی حیثیت اور افادیت کے متعلق ہی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں؛ اور اسی شک کے باعث ان کی تمام توجہ مسبب الاسباب کے بجائے ظاہری اسباب تک محدود ہو جاتی ہے اور ان کا باقی دین سے رشتہ بھی انتہائی واجبی نوعیت کا رہ جاتا ہے۔ اور اسی سبب ان کی زندگی دین و دنیا کے نام پر دو مختلف اور متضاد دائروں میں تقسیم ہو جاتی ہے؛ جہاں دینی دائرہ میں کسبی اعمال کو وہ اللہ کی توفیق گردانتے ہیں؛ جبکہ اس کے برعکس دنیاوی دائرہ میں کسبی اعمال کو اپنے ذاتی کسب کا نتیجہ ٹھہراتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان برحق ہے کہ

- ✓ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا
  [سورۃ النساء؛ ۱۳۴] جو شخص دنیا [میں عملوں] کی جزا کا طالب ہو تو **خدا کے پاس دنیا اور آخرت** [دونوں] کے لئے اجر [موجود] ہیں۔ اور خدا سنتا دیکھتا ہے۔

اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے اس مطلوبہ اجر کے حصول کا پہلا جز ہی دعا ہے؛ جس کے متعلق قرآن و حدیث کا فتویٰ ہے کہ وہ پاک ذات نہ صرف بلا استثنا؛ بغیر کسی واسطے اور وسیلہ کے ہر دعا خود سنتا بھی ہے؛ بلکہ ہر دعا کو قبولیت کا شرف بھی بخشتا ہے بشرطیکہ دعا اس کے حرام کردہ امور سے مطلق نہ ہو۔

- ✓ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ **[سورۃ البقرۃ؛ ۱۸۶]** اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، **دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے**، پھر چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

✓ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "بندے کی دعا شرائط قبولیت کے بعد قبول کی جاتی ہے جب تک وہ **گناہ کی یا ناطہ توڑنے** کی دعا نہیں مانگتا اور جب تک کہ جلدی نہیں کرتا۔۔۔۔" [**مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ دعاؤں کا بیان۔ حدیث ۷۵۰**]

ہر عمل اپنے آغاز سے لے کر اختتام پذیر ہونے تک پانچ اجزا پر مشتمل ہوتا ہے؛ ان میں سے کسی ایک جز کی کمی بھی عمل کے ضائع ہونے کے مترادف ہے۔

أ. اس عمل کا **پختہ ارادہ** یعنی باطنی نیت

ب. اللہ کی طرف سے اس عمل کی **ادائیگی کی توفیق** [یعنی وہبی اَسباب[6] و نعمتوں[7] کے ذریعہ مدد]

ت. اس عمل کی ادائیگی کے **طریقہ کار کا علم** [یعنی جائز کسبی اَسباب[8] و نعمتوں[9] کا حصول]

ث. اس عمل کی ادائیگی کے **طریقہ کار کے علم پر عمل** [یعنی جائز کسبی اَسباب و نعمتوں کا جائز استعمال]

ج. ان **امور سے اجتناب** جو اس عمل کے نتیجہ خیز ہونے میں رکاوٹ ہوں۔

یعنی کسی بھی نتیجہ کا حصول انسان کے دونوں کسبی اور ان کی بنیاد بننے والی وہبی اَسباب و نعمتوں کی مرہون منت ہے؛ جس سے وہ باہر نہیں نکل سکتا [قُلۡ كُلٌّ يَعۡمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ ۔۔۔ [سورۃ الاسراء؛ ۸۴] کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے۔۔۔]؛ مگر اکثریت اپنی کوتاہ بینی کے باعث محض اپنے ظاہری کسبی اَسباب و نعمتوں کو لازمی قرار دیتے ہوئے؛ اس نتیجہ کے حصول کو اپنی محنت کا ثمر قرار دیتے ہیں۔

✓ فَإِذَا مَسَّ ٱلۡإِنسَٰنَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلۡنَٰهُ نِعۡمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلۡمِۭۚ بَلۡ هِيَ فِتۡنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ [**سورۃ زمر؛ ۴۹**] پھر جب آدمی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی نعمت عطا کرتے ہیں **تو کہتا ہے یہ تو مجھے میری عقل سے ملی ہے**، بلکہ یہ نعمت آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

---

[6] **وہبی اسباب** (وہ اسباب جو خالصاً اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً بینائی؛ سماعت؛ عقل؛ حکمت؛ برکت؛ وہبی نعمتوں کے حصول کے لیے موافق ماحول وغیرہ)

[7] **وہبی نعمتیں** (وہ نعمتیں جو خالصاً اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً والدین؛ پیدائشی اسلام؛ اولاد؛ خاندان؛ نیک زوج؛ کسبی اسباب و نعمتوں کے حصول کے لیے موافق حالات وغیرہ)

[8] **کسبی اسباب** (وہ اسباب جو محنت سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً علم؛ فن؛ ہنر؛ صناعی؛ تجارت؛ کسبی نعمتوں کے حصول کے لیے موافق کسبی اسباب وغیرہ)

[9] **کسبی نعمتیں** (وہ نعمتیں جو محنت سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً ایمان؛ مال؛ شہرت؛ سیادت؛ مال غنیمت وغیرہ)

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور انبیاء اکرام علیہم السلام کے معجزات یا اولیا اکرام رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات کے طور پر چاہتا تو انسان کے محض نیت کے اخلاص اور مطلوبہ امر کے حصول کے پختہ ارادہ کی بنیاد پر ہی مطلوبہ نتیجہ وقوع پذیر فرما دیتا۔ مگر دین میں در حقیقت انسان کے کسبی اَسباب و نعمتوں کے حصول اور استعمال کا واحد مقصد روز محشر اس کو ان ظاہری کسبی اقوال و اعمال کے ذریعے اس کی باطنی نیتوں کا مکلف ٹھہرانا ہے۔

- ✓ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ **[سورۃ زمر؛ ۷۰]** اور جس شخص نے **جو عمل کیا ہو گا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا** اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔

بنیادی طور پر کسبی اَسباب و نعمتوں کے حصول اور ان کے استعمال سے حاصل شدہ نتائج کا کُل دار و مدار وہبی اَسباب و نعمتوں پر ہے[10]؛ جن کے مکمل ادراک و شمار سے بھی انسان عاجز ہے اور ان وہبی اَسباب و نعمتوں کا تعلق اصلاً اللہ سبحان و تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ ہے؛ اسی لیے انسان صرف کسبی طور پر وہی اَسباب و نعمتیں حاصل کر سکتا ہے جن کی بنیاد بننے والی وہبی اَسباب و نعمتیں اللہ سبحان و تعالیٰ اس کے لیے مختص کیں ہوں۔

- ✓ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ **[سورۃ التکویر؛ ۲۹]** اور **تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے** مگر وہی جو خدائے رب العالمین چاہے۔

جب ہمارے اعمال کی مندرجہ بالا حقیقت ہم پر واضح ہو گئی ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہی قرار پانا چاہیے کہ ہماری عاجزی اور محتاجی ہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو کر اس بات کی متقاضی ہو کہ دینی و دنیاوی امور میں ہماری کل توجہ اور رغبت محض اللہ سبحان و تعالیٰ کی توفیق کی طرف ہو جائے اور یہ یقین ہمارے دلوں میں راسخ ہو جائے کہ ہمارے تمام کسبی اعمال کا سبب بننے والے وہبی اَسباب و نعمتیں محض ہمارے کریم رب کا ایک احسان عظیم اور فضل کبیر ہے نہ کہ ہمارا کوئی ذاتی کمال یا استحقاق۔ اور جتنا یہ یقین ہمارے دلوں میں راسخ ہوتا جائے گا اتنا ہی دینی و دنیاوی امور میں دعا کی اہمیت، اس کی حیثیت اور افادیت کا یقین دل میں پختہ ہوتا جائے گا؛ کیونکہ یہی وہ ایک واحد عبادت ہے جو اللہ کی وہبی اَسباب و نعمتیں کی شکل میں اس کی توفیق کو نہ صرف ہمارے شامل حال رکھتی ہے بلکہ ان وہبی اَسباب و نعمتیں میں حسب ضرورت وسعت کی صورت

---

10 یعنی ہمارے تمام ذہنی اور جسمانی افعال جن صلاحیتوں کے مرہون منت ہیں؛ وہ تمام کی تمام صلاحیتیں وہبی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح سے عطا کی ہوئیں ہیں بغیر ہمارے کسی استحقاق کے۔ کسبی و وہبی اسباب اور نعمتوں کے مزید تفصیل کے لیے "رزق کی حقیقت" والے مضمون کا مطالعہ فرمائیں۔

میں؛اس توفیق میں مسلسل اضافہ کا باعث بھی بنتی ہے۔

عمل کی طرح دعا کی حقیقت بھی مندرجہ ذیل پانچ اجزا پر مبنی ہے اور ان میں سے کسی ایک جز کی کمی بھی کل دعا کی ضائع ہونے کے مترادف ہے؛

أ. **نیت کا اخلاص**؛اپنی عاجزی و محتاجی کا کامل احساس اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے "الرّزاق" اور "الوھّاب" ہونے پر کامل یقین ہی وہ جز لازم ہے جو دعا کی قبولیت میں اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جتنا نیت کا اخلاص زیادہ ہو گا؛ اتنا ہی ہمارا عجز و انکساری میں اضافہ کے بدولت دعا کی قبولیت کے آثار زیادہ واضح ہوں گے۔ [هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [سورة غافر؛ ٦٥] وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو پکارو خاص اسی کی بندگی کرتے ہوئے، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔]

ب. **دعا کی قبولیت کے یقین کے ساتھ اپنی حاجت کا اظہار**؛ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین سے ساتھ دعا مانگا کرو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور لہو و لعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں فرماتے"۔ جامع ترمذی ۔ جلد دوم ۔ دعاؤں کا بیان ۔ حدیث ۱۴۳۲] یقین کامل کے ساتھ اپنی حاجت کو اللہ سبحان و تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنا؛ کہ نہ صرف وہ ہر حاجت گزار کی بغیر کسی واسطے کے سنتا ہے بلکہ صرف اس کی ذات اقدس ہی اس کی ہر حاجت کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اس یقین کامل کا مظہر اپنی حاجت کے اظہار کے بعد انسان کے دل کے اس سکون سے ہے؛ جو کہ سائل کو مسئول کی دادرسی و فیاضی پر یقین کی باعث ہی دل میں پیدا ہوتا ہے۔ [أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ [سورة النمل؛ ٦٢] بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔]

ت. **مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ میں پختگی**؛ مطلوبہ امر کی اہمیت کا احساس اور اس کی محبت بھی دعا کے اخلاص میں نہ صرف اضافہ کا باعث بنتی ہے بلکہ دعا کے عملی اجزا کا کل دارومدار اسی جز پر ہے۔ حقیقت حال میں دنیاوی امور میں تو اکثریت کی دعائیں اس جز پر مشتمل ہوتی ہیں مگر اس کے برعکس دینی امور سے متعلق ہماری بیشتر دعائیں محض روایتی اور عربی زبان میں ہونے کے باعث؛ انفرادی طور پر ہماری زبان کی نوک سے ادا ہوتی ہیں یا اجتماعی طور پر محض ہمارے "آمین" کی مستحق قرار پاتی ہیں؛ جبکہ ہمارا دل ان دعاؤں کے فہم اور مطلوبہ دینی امر کی چاہت

سے یکسر خالی ہوتا ہے۔[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ [سورۃ الصف؛ ۲۔۳] مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔ خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔]

ث. **مطلوبہ امر کے حصول کی علمی و عملی سعی**؛ دعاؤں کے معاملے میں اللہ سبحان و تعالیٰ کی اول ظاہری سنت قائمہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کے لیے محض وہی امر مختص ہوتا ہے جس کی وہ عملی طور پر کوشش کرتا ہے اور دعا بھی ایسے عمل کے لیے ہی نافع ثابت ہوتی ہے جس میں انسان کی باطنی نیت و ارادہ اور ظاہری کسبی عمل موافق ہو۔ اس سعی میں مطلوبہ امر کے حصول کے علم کی کوشش بھی شامل ہے اور اس علم پر عمل کی کوشش بھی۔ کیونکہ علم سے جہالت یا علم کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کا ظلم؛ دعا کے اس جز لازم کی نفی ہے۔[وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ [سورۃ النجم؛ ۳۹] اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے]

ج. **منکرات سے اپنی حفاظت**؛ دعاؤں کے معاملے میں اللہ سبحان و تعالیٰ کی دوسری ظاہری سنت قائمہ یہ ہے کہ انسان کے گناہ اس کی دعا کی قبولیت میں موانع کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے لوگوں اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا"۔ اللہ نے فرمایا "اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں" اور فرمایا "اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ"۔ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے "اے رب اے رب!" حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام؛ تو اس کی دعا کیسے قبول ہو۔ صحیح مسلم۔ جلد اول۔ زکوۃ کا بیان۔ حدیث ۲۳۳۹]۔

کسب حرام عمومی طور پر تمام دعاؤں کے لیے مانع دعا ہے؛ جبکہ مزید موانع کا تعلق اس مخصوص مطلوبہ امر سے ہے جو اس دعا کے نتیجہ میں مطلوب ہے؛ خصوصاً جن کا شمار اس مطلوبہ امر کے ضد کے طور پر ہوتا ہے۔

دعا اپنی باطنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے وہبی اسباب و نعمتوں کی صورت میں اس توفیق کو طلب کرنے کا نام ہے؛ جس کی بدولت انسان کی زندگی میں مطلوبہ امر کے حصول کے موقع نہ صرف وجود میں آتے ہیں بلکہ اس پر ان کا ادراک بھی واضح ہوتا ہے؛ مزید بر اں ان موقعوں سے مستفید ہونے کی کوشش میں ان وہبی اسباب و نعمتوں کا کسبی اسباب و نعمتوں کی شکل اختیار کرنا بھی اسی توفیق حال میں شامل ہے۔ اور اگر وہ مطلوبہ امر اس کی موجودہ وہبی اسباب و نعمتوں کے دائرہ اختیار سے فی الوقت باہر ہوں تو یہی دعا اس کے اس دائرہ

اختیار کی وسعت میں اضافہ کا باعث بھی بنتی ہے؛بشرطیکہ انسان نیت کا اخلاص برقرار رکھتے ہوئے اپنی دعا میں مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرے۔ [رسول کریم ﷺ نے فرمایا" بندے کی دعا شرائط قبولیت کے بعد قبول کی جاتی ہے ۔۔۔اور جب تک کہ جلدی نہیں کرتا۔۔۔۔" مشکوۃ شریف۔ جلد دوم ۔ دعاؤں کا بیان ۔ حدیث ۷۵۰]

یاد رہے کہ دعا صرف ان مطلوبہ امر کے حصول کے موقع پذیر ہونے والے حالات و کسبی اسباب کو وجود بخشتی اور واضح کرتی ہے؛ مگر ان حالات سے مستفید ہونا اور کسبی اسباب سے کسبی نعمتیں کشید کرنا انسان کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں حسنات کے طالب اور دعا گو ہوتے ہیں؛ تو ان افراد کے لیے دنیا و آخرت میں ان کی ذاتی جدوجہد [یعنی کسب اعمال] کے مطابق حسنات کا حصہ مختص ہوتا ہے؛ بغیر کسب کے دنیا ہو یا آخرت دونوں میں حسنات کا حصول محض ایک تخیل ہے۔

- ✓ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿﴾ أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ [سورۃ البقرۃ؛ ۲۰۱۔ ۲۰۲] اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں **دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے** اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں **ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے**، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

دعاؤں کے اس سارے عمل میں مطلوبہ دینی و دنیاوی امر میں موجود خیر کے حصول اور شر سے دوری کا تعلق ان مؤمن مسلمانوں سے ہے جن کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے۔

- ✓ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا [سورۃ النساء؛ ۱۴۶] مگر جنہوں نے **توبہ** کی اور اپنی **اصلاح** کی اور **اللہ کو مضبوط پکڑا** اور اپنے **دین کو خالص اللہ ہی کے لیے** کیا تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں، اور اللہ جلدی ایمان والوں کو بہت بڑا ثواب دے گا۔

اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کو اپنی دعاؤں کے سبب وہ خیر نصیب ہوتا ہے جس کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے؛

- ✓ حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جب بھی کوئی مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ نہ ہو اور قطع رحمی بھی نہ ہو، تو اللہ ربّ العزت تین باتوں میں سے ایک ضرور اسے نوازتے ہیں؛ یا تو اس کی دعا کو اسی طرح **جلد قبول فرمالیتے ہیں**؛ یا اس کے لئے **آخرت میں ذخیرہ**

کر دیتے ہیں؛اور یا اس جیسی کوئی **برائی اس سے ٹال دیتے ہیں**"۔ صحابہ ؓ نے کہا" پھر تو ہم کثرت کے ساتھ دعا مانگا کریں گے"۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالٰی اس سے بھی زیادہ عطاء کرنے والا ہے"۔ [**مسند احمد، حدیث نمبر ۱۱۱۳۳**]

جس شخص کو اپنی دعا میں نیت کا اخلاص نصیب نہ ہوا؛ یا نہ ہی اس کا مطلوبہ امر کے حصول کا ارادہ ہو؛ یا نہ ہی اس نے اپنی دعا کی تکمیل میں اپنا عملی حصہ ڈالا اور یا نہ ہی دعا کے مانع امور سے اس نے اپنی حفاظت کی؛ وہ آخر کس برتے پر آخرت میں اس خیر کثیر کا دعویدار ہو سکتا ہے جس کو دیکھ کر ہر مؤمن مسلمان خواہش کرے گا کہ کاش اس کی کوئی ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی۔ یہ تو یقیناً اس شخص کا ہی خاصہ ہے جس نے دعا کی قبولیت کے تمام لوازمات پورے کیے؛ مگر اس کی دعا کا نتیجہ دنیا میں مطلوبہ امر کی شکل میں وجود پذیر ہونا؛ حکمت خداوندی کے مطابق نہیں تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جس کی دعا تقدیر میں تغیر کی طاقت بھی رکھتی ہے۔

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی سوائے نیکی کے اور **کوئی چیز تقدیر کو نہیں ٹال سکتی سوائے دعا کے** اور مرد اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے"۔ [**سنن ابن ماجہ۔ جلد سوم۔ فتنوں کا بیان۔ حدیث ۹۰۲**]

دعاؤں کی قبولیت اور ان میں تاخیر کی حقیقت؛

قرآن کا فتوٰی ہے کہ انسان اپنی دعاؤں کے سلسلے میں انتہائی جلد باز ہے؛

- ✓ وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا [**سورۃ الاسراء؛ ۱۱**]
اور انسان برائی مانگتا ہے جس طرح وہ بھلائی مانگتا ہے، اور **انسان جلد باز ہے۔**

اور اپنی اسی جلد بازی کے باعث اپنی دعاؤں میں موجود شر اور خیر میں تمیز کرنے میں کوتاہ نظر اور دنیاوی تکالیف میں اپنی دعاؤں کی نتائج میں تاخیر؛ اس کے لیے مایوس کن ہوتی ہے۔

- ✓ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ [**سورۃ فصلت؛ ۴۹**]
انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تو تھکتا نہیں اور **اگر تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ناامید** ہو جاتا اور آس توڑ بیٹھتا ہے۔

جبکہ جس انسان نے نیت کے اخلاص کے ساتھ؛ مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ کی پختگی کے ساتھ اللہ سبحان وتعالٰی سے دعا کی صورت میں اپنی جائز دینی یا دنیاوی حاجت بیان کی اور مطلوبہ امر کے حصول کے مانع سے

اپنی حفاظت کی تو یہ یقینی امر ہے کہ اللہ سبحان و تعالٰی اس کی دعا کو کبھی بھی رد نہیں فرمائے گا؛ کیونکہ اسی ذات عظیم کا قول صادق ہے کہ وہ ہر پکارنے والے (کافر و مسلمان) کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ [۔۔۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔۔۔ [سورة البقرة ؛ ۱۸۶] ۔۔۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔۔] دعا کی اصل قبولیت وہبی اسباب و نعمتوں کا مہیا ہونے ؛ اور ان کی بنیاد پر کسبی اسباب و نعمتوں کی شعوری آگہی پر موقوف ہے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو اختیاری طور پر ان کسبی اسباب و نعمتوں کے استعمال کی علمی اور عملی کوشش کی توفیق مل گئی تو اس کے حق میں مندرجہ بالا حدیث رسول ﷺ کے مطابق تین خیروں میں سے کوئی ایک خیر ثابت ہو چکا۔ اور جس مسلمان نے ان کسبی اسباب و نعمتوں کے حصول یا استعمال کی علمی یا عملی کوشش سے اختیاری طور پر جہالت یا ظلم اختیار کیا؛ تو وہ اپنی دعا کی قبولیت کے بعد نہ صرف اس کے دنیاوی و اخروی خیر سے محروم رہ گیا بلکہ شاید یہ دعائیں اپنی قبولیت کے باعث اس پر روز محشر باعث حجت ہوں۔

دعا میں اخلاص؛ یقین اور موانع امور سے اجتناب موجود ہونے کے بعد؛ دعا کی ظاہری قبولیت [یعنی کسبی اسباب و نعمتوں کی شعوری آگہی اور ان کے استعمال کی علمی و عملی توفیق] میں تاخیر کا واحد سبب؛ ان وہبی اسباب و نعمتوں (موافق صلاحیتیں اور موافق حالات وغیرہ) کا مفقود ہونا ہوتا ہے جو اس دعا کی بنیاد ہیں اور انہیں مفقود وہبی اسباب و نعمتوں کے حصول کے لیے دعا میں استقامت لازمی ہے۔

- ✓ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "بندے کی دعا شرائط قبولیت کے بعد قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ کی یا ناطہ توڑنے کی دعا نہیں مانگتا اور جب تک کہ جلدی نہیں کرتا"۔ عرض کیا گیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ جلدی کا کیا مطلب ہے؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی یعنی **اکثر میں نے دعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا**۔ اور پھر وہ تھک کر بیٹھ جائے اور **دعا مانگنی ہی چھوڑ دے**"۔ (مسلم)۔ [مشکوۃ شریف ۔ جلد دوم ۔ دعاؤں کا بیان ۔ حدیث ۷۵۰]

مثلاً ہر مسلمان شہادت کی موت کو افضل ترین؛ سکرات الموت اور غمرات الموت سے پاک یعنی موت کی سختی کے حساب سے آسان موت مانتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں شاید اکثریت کی دعاؤں میں اس کی طلب شامل بھی ہو۔ مگر اس دعا کی ظاہری وقوع پذیر ہونے سے پہلے متعدد وہبی اور کسبی اسباب و نعمتوں کا حصول اور ان پر عمل لازم ہے۔ اور یہ متعدد وہبی اور کسبی اسباب و نعمتیں نہ صرف بتدریج وسعت کی متلاشی ہیں؛ بلکہ ہر اگلے درجہ کا حصول پچھلے درجہ کے کسبی علم اور عمل پر منحصر کرتا ہے؛ یہاں تک کہ یہ

شہادت والی موت اس دنیا میں اس مخلص دعا گو کو سید شہدا حضرت حمزہ ﷛ کی طرح نصیب ہوتی ہے یا سیف اللہ حضرت خالد بن ولید ﷛ کی طرح بستر مرگ پر۔

انسان صرف انہی اعمال کے کسب کا مکلف ہے جس کے وہی اسباب و نعمتیں اس کے پاس موجود ہیں۔ اگر ہم نے اپنی وہی اسباب و نعمتوں سے کامل طور پر فائدہ اٹھالیا تو ہم فائدہ اٹھانے والوں میں سے ہوگے ورنہ ہمارا شمار نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔

- ✓ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔۔۔ [سورۃ البقرۃ؛ ۲۸۶]
  خدا کسی شخص کو اس کی **طاقت سے زیادہ** تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا **فائدہ** ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا **نقصان** پہنچے گا۔۔۔

دعا ان وہی اسباب و نعمتوں کے استعمال سے خیر والے یعنی نتیجہ کے اعتبار سے دنیا و آخرت میں فائدہ والے کسبی اعمال کے نہ صرف مواقع اور ان کا ادراک پیدا کرتی ہے بلکہ حسب توفیق ان میں وسعت کا باعث بھی بنتی ہے۔ مگر یہ وہی اسباب و نعمتیں مثبت و منفی تغیر کا شکار رہتیں ہیں؛ اگر ان سے مستفید ہونے میں کوتاہی کا مظاہرہ کیا جائے تو انسان محض ہاتھ ملتارہ جاتا ہے۔ [وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا [سورۃ الکہف؛ ۴۲] اور اس کے میووں کو عذاب نے آگھیرا اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا۔ تو جو مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا اس پر (حسرت سے) ہاتھ ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا] اسی لیے خیر کے موقعوں کے ادراک کے بعد ان سے مستفید ہونے میں تاخیر کرنا انتہائی بڑا ظلم ہے؛ کہ نہ جانے کب ہماری وہی اسباب و نعمتوں میں منفی تغیر واقع ہو جائے اور یہ خیر کمانے کا موقع ضائع ہو جائے اور ایسی صورت میں پھر دعائیں بھی کارگر نہیں رہتیں۔ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ؛ قتال فی سبیل اللہ یا حج بیت اللہ جیسی عبادات جو جوانی میں اپنے پورے لوازمات کے ساتھ ادا کی جا سکتی ہے اگر ان میں تاخیر کر دی جائے تو بڑھاپے میں کوئی دعا بھی ان عبادات کا کامل حسن پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ [وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ [سورۃ یس؛ ۶۸] اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں تو اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا یہ سمجھتے نہیں؟]

دوسروں کے حق میں دعائیں؛

انسان کے لیے دعاؤں میں بہترین اور مجرب وسیلہ اس کے اپنے نیک اعمال ہیں؛ جو اس نے نیت کے اخلاص کے ساتھ اللہ سبحان و تعالٰی کی خوشنودی کے حصول کے لیے کیے ہوں؛ مزید بر اں دعائیں جہاں ہمارے اپنے

لیے انتہائی کار آمد ہیں بعینہ ان دعاؤں کے ذریعے دوسروں کے وہی اسباب و نعمتوں میں اضافہ اور ان کے لیے کسبی اسباب و نعمتوں کے حصول و استعمال کے موقعوں سمیت ان کے ادراک میں اضافہ بھی ممکن ہے۔ اس صورت میں دعا کے دو فریق ہوتے ہیں اور دعا کی حیثیت فریق اول [چاہے یہ فریق اول فرد واحد ہو؛ مجمع صغیر ہو یا مجمع کثیر ہو] کی طرف سے فریق دوم [چاہے یہ فریق دوم فرد واحد ہو؛ مجمع صغیر ہو یا کُل معاشرہ ہو] کے حق میں سفارش یا شفاعت کی سی ہے۔ اور انفرادی دعا کی طرح یہ دعا بھی اپنی قبولیت کے لیے پانچوں لوازمات کی محتاج ہے؛ مگر ایک سفارش یا شفاعت ہونے کی وجہ سے اور لوازمات کے فریقین میں باہمی طور پر تقسیم ہونے کے باعث یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کاملہ کے ماتحت ہوتی ہے؛

- ✓ ---مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ---[سورة البقرة؛ ۲۵۵]---کون ہے جو **اس کی اجازت کے بغیر** اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے---

یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ اجازت "فریق اول کی سفارش قابل قبول بھی ہو [یعنی نیت کا اخلاص اور دعا کی قبولیت کے یقین کے ساتھ حاجت کا اظہار موجود ہو]" اور "جس فریق دوم کے حق میں سفارش کی جا رہی ہو اس فریق میں اس دعا کی قبولیت کی صلاحیت [یعنی مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ پر پختگی؛ مطلوبہ امر کے حصول کی علمی و عملی سعی اور موانع دعا سے اجتناب[11]] بھی موجود ہو"؛ کے ساتھ مشروط ہے۔ کوئی ایک بات بھی مفقود ہونے کی صورت میں دعا فریق دوم کے حق میں اپنی تاثیر کھو دیتی ہے۔

اگر فریق اول کی اخلاص و یقین پر مبنی سفارش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول تھی؛ تو وہ اپنی سفارش کے اجر کا مستحق ہو چکا اور اگر فریق دوم کو اس سفارش کے نتیجہ میں حدیث رسول ﷺ کے مطابق تین خیروں میں سے کوئی ایک خیر نصیب ہو گیا؛ تو فریق اول بھی اپنی دعا کے سبب اس کے خیر میں شریک رہے گا؛ یعنی دوسروں کے لیے اخلاص اور یقین کے ساتھ دعا کرنے میں انسان کے اپنے لیے خیر ہی خیر ہے۔

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اور جو دعا اپنے بھائی کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ **وہی چیز اس کو بھی مرحمت فرماتا ہے**۔[سنن ابوداؤد۔ جلد اول۔ استغفار کا بیان۔ حدیث ۱۵۳۰]

مثلاً رسول اللہ ﷺ کی ایمان کی دعا اپنے چچا ابو طالب کے لیے؛ فریق اول کی سفارش یقیناً قابل قبول بھی تھی

---

[11] موانع دعا؛ حدیث کے مطابق فرد واحد کے حق میں کسب حرام سب سے بڑا عمومی مانع دعا ہے؛ مگر اجتماعی سطح پر حدیث کے مطابق متعدد عمومی موانع دعا موجود ہیں؛ مثلاً ترک جہاد؛ زنا یا سود وغیرہ کا عام ہو جانا یعنی معاشرہ پر عمومی طور پر شر کا غالب ہونا۔

مگر فریق دوم میں اس سفارش کی قبولیت کی صلاحیت [یعنی مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ پر پختگی] ہی نہیں تھی؛ جس کے باعث اس دعا میں نتیجہ کے اعتبار سے فریق دوم کے لیے کوئی تاثیر نہیں تھی۔

اسی طرح فریق اول کی دعا کی قبولیت کا تعلق فریق دوم کی وہبی اسباب و نعمتوں میں وسعت اور کسبی اسباب و نعمتوں کے حصول واستعمال کے مواقع کے وجود میں آنے تک محدود ہے؛ ان مواقع سے مستفید ہونا فریق دوم کے مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ کی پختگی؛ مطلوبہ امر کے حصول کی علمی و عملی کوشش اور منکرات سے اپنی حفاظت پر منحصر ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب اور عمر بن ہشام میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو مضبوط کرنے کی دعا کے نتیجہ میں دونوں عمر کو یکساں وہبی اسباب و نعمتیں میسر آئیں جس کی بدولت دونوں پر حق واضح ہو گیا؛ مگر آخر میں عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قولی اور عملی طور پر دنیا و آخرت میں اپنے خوش بخت ہونے کا ثبوت دیا [یعنی مطلوبہ امر کے حصول کی علمی و عملی سعی]۔

بعینہ اسی طرح فریق اول کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ارض فلسطین پر تسلط کی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول و منظور ہو گئی؛ مگر فریق دوم کے طور پر بنی اسرائیل کے اولین گروہ جن کے حق میں یہ دعا کی گئی؛ ان میں اس دعا کی قبولیت کی صلاحیت ہی موجود نہیں تھی [یعنی مطلوبہ امر "جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے ارض فلسطین" کے حصول کے ارادہ پر پختگی] جس کے باعث یہ دعا ان کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔

دعاؤں کی اثر انگیزی؛ دوسروں کے حق میں فائدہ مندی اور ان کی قبولیت کے حوالے سے اس امت مسلمہ کو پانچ گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

أ. انبیاء اکرام علیہم السلام کی دعائیں؛

یہ گروہ انسانی اللہ سبحان و تعالیٰ کے منتخب شدہ لوگوں پر مشتمل ہے؛ کُل خیر [12] کے حامل جبکہ شر [13] معدوم ہوتا ہے۔ یہ محترم حضرات کل کے کل مستجاب الدعوات [14] ہوتے ہیں۔ ان کی شفاعت والی دعاؤں سے فریق دوم کو انفرادی؛ باہمی یا اجتماعی سطح پر اپنے اپنے ظرف کے مطابق خیر کثیر نصیب ہوتا ہے۔ ان کی کچھ دعائیں معجزہ کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں؛ جو محض ان کی نیت کے اخلاص اور مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ کی پختگی کے باعث؛ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظہر کے طور پر امر حقیقی کی شکل میں وقوع پذیر ہو

---

12 وہ امور جو شریعت کے تابع اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے قربت کا باعث ہوں۔

13 وہ امور جو شریعت کی نافرمانی اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے دوری کا باعث ہوں۔

14 مستجاب الدعوات سے مراد ہے کہ ان کی دعا سریع الاثر اور بعینہ قبول ہوتی ہے۔

جاتی ہیں۔ گو اس دروازہ کا فیض منقطع ہو چکا؛ مگر انشاء اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے اہل ایمان کو روز محشر اپنے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی سفارش والی دعاؤں کے طفیل خیر کثیر نصیب ہو گا۔

ب. اولیا اکرام رحمۃ اللہ علیہم کی دعائیں؛

انبیاء اکرام علیہم السلام کے بعد اس امت میں اولیا اکرام رحمۃ اللہ علیہم کا مقام ہے؛ جن میں صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم سر فہرست ہیں۔ یہ گروہ انسانی بھی کثیر خیر کے حامل اور ان کا شر نا قابل ذکر ہوتا ہے۔ ان محترم حضرات میں بھی مستجاب الدعوات موجود ہوتے ہیں مگر گروہ انبیاء اکرام علیہم السلام کی طرح اس کا اطلاق تمام گروہ اولیا اکرام رحمۃ اللہ علیہم پر نہیں ہوتا اور نہ کوئی واضح نشاندہی ممکن ہے۔ اور۔ ان کی شفاعت والی دعاؤں کے طفیل سے بھی فریق دوم کو انفرادی یا باہمی سطح پر اپنے اپنے ظرف کے مطابق خیر کثیر نصیب ہوتا ہے۔ ان میں سے بھی بعض کی کچھ دعائیں کرامت کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں؛ جو محض ان کی نیت کے اخلاص اور مطلوبہ امر کے حصول کے ارادہ کی پختگی کے باعث؛ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظہر کے طور پر امر حقیقی کی شکل میں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ اس دروازہ کا فیض آج بھی جاری و ساری ہے اور امت میں اجتماعی طور پر خیر کے وجود کا قائم رہنا انہیں کی استقامت کے باعث ہے۔

ت. گناہ گار اہل ایمان کی دعائیں؛

امت مسلمہ کا یہ گروہ ان افراد پر مشتمل ہے جن کے نفوس خیر و شر کا مجموعہ ہیں مگر عمومی طور پر ان کے نفس پر خیر غالب اور شر قابل ذکر مگر مغلوب ہوتا ہے۔ خیر و شر کے تناسب سے ان کی دعاؤں کی اثر انگیزی اور قبولیت میں فرق پڑتا رہتا ہے۔ جس کے باعث ان کی شفاعت والی دعاؤں کے طفیل فریق دوم کو انفرادی یا باہمی سطح پر خیر نصیب ہونے میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے؛ مگر خیر کے اغلب ہونے کے باعث فریق دوم محروم نہیں رہتا۔ ان میں بھی کبھی کبھار خال خال اشخاص سے ان کی وقتی ایمانی کیفیت کے باعث دعا کے ذریعے کرامت کا ظہور ممکن ہوتا ہے؛ جو ان کی عاجزی؛ اللہ کے قادر مطلق ہونے پر ایمان میں اور ان کی انفرادی زندگیوں میں موجود خیر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

ث. عملی منافق یعنی فاسق؛ فاجر اور ظالم کی دعائیں؛

امت مسلمہ کا یہ گروہ ان افراد پر مشتمل ہے جن کے نفوس خیر و شر کا مجموعہ ہیں مگر عمومی طور پر ان کے نفس پر شر غالب اور خیر قابل ذکر مگر مغلوب ہوتا ہے۔ خیر کی مغلوبیت کے باعث امت مسلمہ کے اس گروہ کی دعاؤں میں دینی و دنیاوی خیر ایک معلق معاملہ ہے اور ان دعاؤں کی قبولیت کی کئی وجوہات ہوتی ہیں؛

مثلاً ان کے دینی و دنیاوی نیک کاموں کے دنیاوی اجر کے طور پر [یعنی وہ کچھ نیک اعمال کے اخروی ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں]؛ ان پر اتمام حجت کے طور پر [یعنی ان کا دعا کرنا اور اس دعا کے قبول ہو جانے کے بعد ان کے دل کا اس مطلوبہ امر کے حصول کا منجانب اللہ ہونے کا گواہی دینا]؛ مطلوبہ امر میں موجود خیر کے متعدی ہونے کے طور پر [یعنی اس دعا کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والا فائدہ اس فاسق و فاجر و ظالم شخص تک محدود نہ ہو بلکہ دیگر مستحق لوگ بھی مستفید ہو رہے ہوں]؛ مطلوبہ امر شر پر مبنی ہونا یا اس میں سے خیر کو معدوم کر دینا [یعنی اس دعا کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والا دنیاوی فائدہ شر میں اضافہ کا باعث ہو یعنی اللہ سے غفلت کا]۔ جس گروہ مسلم کی اپنی دعائیں ہی معلق ہوں ان کی شفاعت والی دعاؤں کی حیثیت نامعلوم ہے۔

ج. بدعتی؛ غیر شرعی پیر و فقیر اور مزاروں کے مجاوروں کی دعائیں؛

امت مسلمہ کا یہ گروہ ان افراد پر مشتمل ہے جن کے ذریعے اس امت کی آزمائش مطلوب ہے؛ ان کی دعائیں دینی و دنیاوی خیر سے عاری؛ جبکہ اس گروہ کے پیشوا اور ان کے پیروکاروں کے دینی و دنیاوی شر میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ ان کی اپنی اور شفاعت والی دعاؤں کی قبولیت مختلف طرح کے شرور پر مبنی ہوتی ہیں؛ مثلاً ان کے دینی و دنیاوی نیک کاموں کے دنیاوی اجر کے طور پر [یعنی وہ اپنے نیک اعمال کے اخروی ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں]؛ پیشوا کی اپنی گمراہی میں اضافہ ہونا [یعنی دعا کرنا اور اس دعا کے قبولیت کے باعث اس کا اپنی گمراہی پر مزید پختہ ہونا]؛ اپنے پیروکاروں کی گمراہی میں اضافہ کے طور پر [یعنی پیشوا کا دعا کرنا اور اس دعا کے قبول ہو جانے کے بعد پیروکار کا اس پیشوا پر ایمان میں اضافہ]؛ عوام و خواص کی آزمائش کے طور پر [یعنی اس کی دعا کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والا دنیاوی فائدہ دیکھ کر مزید سادہ لوح عوام و خواص کے ایمان کی آزمائش ہونا]؛ نتائج کا اپنے خیر سے محروم ہو جانا [یعنی اس کی دعا کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والا دنیاوی فائدہ اللہ سے غفلت کا باعث ہو]؛

کافر کی دعائیں؛

کفار کی تمام دعائیں کُل دینی و دنیاوی خیر سے عاری اور اپنی حقیقت میں اللہ سبحان و تعالٰی کے بارگاہ میں قبولیت کے تمام اوصاف سے عاری ہوتی ہیں؛ بجز مظلوم کافر کی دعا [رسول کریم ﷺ نے فرمایا" تین دعائیں ضرور قبول کی جاتی ہیں اور ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے باپ کی دعا اولاد کے حق میں، مسافر کی دعا، مظلوم کی دعا (خواہ فاسق و کافر ہی کیوں نہ ہو)" سنن ابوداؤد ۔ جلد اول ۔ استغفار کا بیان ۔ حدیث ۱۵۳۲] اور مصیبت زدہ کافر کی دعا جب وہ خالص نیت کے ساتھ اللہ کو پکارے۔

- ✓ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ **[سورة یونس ؛ ۲۲]** وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت **خالص خدا ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں** کہ (اے خدا) اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں۔

کفار کی دعاؤں کی ظاہری قبولیت مختلف طرح کے شرور پر مبنی ہے؛ مثلاً ان کے دنیاوی نیک کاموں کے دنیاوی اجر کے طور پر [ان کے اعمال لیے کوئی اخروی اجر مختص ہی نہیں ہے]؛ ان کی اپنی گمراہی میں اضافہ ہونا [یعنی دعا کرنا اور اس دعا کے قبولیت کے باعث اس کا اپنے عقیدہ و مذہب پر مزید پختہ ہونا] اللہ سبحان و تعالیٰ کے تکوینی امور کے تحت [یعنی اس مطلوبہ امر کا وقوع پذیر ہونا لازمی نوعیت کا ہو]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دعا کی شکل میں اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے وہ نعمت عظمیٰ عطا ہوئی ہے؛ جس کا اوپر بیان کردہ لوازمات کے ساتھ؛ صحیح استعمال کے ذریعے وہ اپنی دنیا و آخرت کے تمام مسائل حل کروا سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کے مطابق دعا کسبی اسباب و نعمتیں اختیار کرنے سے پہلے ہو نہ کہ آخری چارہ کار کے طور پر مایوسی کی حالت میں؛ کیونکہ اگر ہمارے کسبی اعمال کے مطلوبہ نتائج کفار کی طرح اللہ سبحان و تعالیٰ کے تکوینی امر کے باعث ہماری دعا کے بغیر حاصل ہو بھی گئے؛ تو ان میں موجود شر سے ہماری حفاظت کیسے ہو گی؟ اور دنیا و آخرت میں ان کا ہمارے لیے خیر کی صورت میں فائدہ مند ہونا کس بنیاد پر قرار پائے گا؟ یاد رہے کہ اصل اہمیت نتیجہ میں خیر و برکت کی موجودگی ہے نا کہ بذات خود نتیجہ میں اور نہ ہی نتیجہ کا بڑا یا چھوٹا ہونا مقصود ہے؛ حدیث میں تو نتیجہ کے طور پر جوتے کا تسمہ بھی اللہ سے دعا کے ذریعے حاصل کرنے کی نہ صرف نصیحت موجود ہے؛ بلکہ رفع حاجت سے لے کر دین کی چوٹی قتال فی سبیل اللہ تک؛ سنت میں موجود سیکڑوں دعائیں اسی نصیحت کا عملی ثبوت ہے۔

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے رب سے **اپنی ہر حاجت مانگے** یہاں تک کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی رب سے مانگے۔" **[جامع ترمذی - جلد دوم - دعاؤں کا بیان - حدیث ۱۵۶۹]**

اور خیر سے مراد اللہ سبحان و تعالیٰ کی قربت ہے اور ہر کسبی اسباب و نعمتوں سے حاصل کردہ نتائج کا مقصد

اسی قربت کی شکل میں خیر کا حصول؛نہ کہ ان نتائج کے باعث اللہ سبحان و تعالٰی سے غفلت والے شر کا حصول۔

- ✓ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴿﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ [سورۃ الزخرف؛۳۶۔۳۷]اور جو کوئی **خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرے**(یعنی تغافل کرے)ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ (شیطان)ان کو رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے رستے پر ہیں۔

ہر دعا میں موجود یہی خیر خالق و مخلوق کے درمیان وہ تعلق قائم کرتی ہے جس کے باعث ایک دعا گو شخص اپنی دعاؤں کے سبب ایک غافل شخص کی نسبت تین اضافی فوائد حاصل کرتا ہے۔

- وہ **پناہ** جس کے باعث مقدر کردہ فتنوں؛ آزمائشوں اور کسبی اعمال کے نتائج میں موجود شر سے حفاظت۔
- وہ **حصار** جس کہ سائے میں ان مصیبتوں سے حفاظت جو اجتماعی بد اعمالیوں کی وجہ سے قوموں کا مقدر ہو جاتی ہیں۔
- وہ **طاقت** جس کے باعث اس کے باطنی ارادہ کا عملی شکل میں ظہور آسان بنتا ہے۔

کلام آخر

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تقدیر کے آگے **تدبیر و احتیاط** کچھ فائدہ نہیں دے سکتی؛البتہ **دعا** ان چیزوں میں بھی فائدہ مند ہوتی ہے جو نازل ہوں یا جو نازل نہ ہوں۔ لہٰذا بندگان خدا! **دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو**"۔

[مسند احمد۔ جلد نہم۔ حدیث ۲۱۰۷]

جن مضامین کے حوالہ جات اس مضمون میں شامل ہیں ان کے مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب "قوا انفسکم و اھلیکم نارا (ایڈیشن چہارم)" اور انفرادی مضامین مندرجہ ذیل مقامات پر موجود ہے۔

https://archive.org/details/@furqanuddin

https://ketabton.com/books?search=furqanuddin&lang=any&category=any